دوسرے شخص کو خون اور اجزاء انسانی منتقل کرنے کا شرعی جائزہ

حضرت مولانا مفتی سیف اللہ حقانی
رئیس دار الافتاء دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اکرم المخلوقات، اشرف الموجودات بنایا ہے انسانی جسم کے ہر ہر جزو اور حصہ قابل احترام اور تکریم ہیں اور انسان کے پاس یہ اعضاء امانت خداوندی ہیں پوری کائنات انسانیات کی خدمت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ انسان مخدوم ہیں پوری کائنات اس کا خادم ہیں انسان کی غذا اور دوا کیلئے اللہ تعالیٰ نے حلال اشیاء کا انتظام کیا ہے انسان، انسان کیلئے کا غذا اور دوا نہیں ہوسکتا انسانی بیماریوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے حلال دوا کا انتظام کیا ہے بوقت ضرورت اور اضطرار بعض حرام اشیاء کے بھی اجازت دی ہے لیکن انسانی جسم اور اس کے اعضاء کی قطع و برید اس کا علاج کرانا اس کی ہرگز اجازت نہیں دی گئی۔ پیش نظر مقالہ میں اس مسئلے کے مختلف پہلو پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔

یہ مقالہ حضرت مولانا مفتی سیف اللہ حقانی رئیس دار الافتاء دار العلوم حقانیہ نے ایبٹ آباد فقہی سیمینار کیلئے مرتب کیا تھا افادہ عام کے پیش نظر نذر قارئین ہیں۔

موصوف ایک جید مدرس استاد العلماء اور ملک کے عظیم علمی معروف درسگاہ دار العلوم حقانیہ کے صدر مفتی ہیں (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

حضرت انسان کی خداداد کرامت وشرافت:

انسان کو اللہ تعالیٰ نے عظیم عظمت وکرامت سے نوازا ہے۔ اور اسکو اپنے اکثر مخلوقات پر فوقیت بخشی ہے۔ ارشاد ربانی ہے ولقد کرمنا بنی آدم وحملنهم في البر والبحر ورزقنهم من الطيبات و فضلنهم على كثير ممن خلقنا تفضيلا ترجمہ: اور ہم نے اولاد آدمؑ کو (مخصوص صفات دے کر) عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں (جانوروں اور کشتیوں پر) سوار کیا۔ اور پاکیزہ نفیس چیزیں ان کو عطا فرمائیں۔ اور ہم نے ان کو بہت سے مخلوقات پر فوقیت دی۔

اکثر مخلوقات پر انسانی فضیلت وفوقیت کا راز:

اس ارشاد ربانی میں اولاد آدمؑ کی اکثر مخلوقات اور افضلیت کا ذکر ہے۔اس میں دو باتیں قابل ذکر ہیں۔اول یہ کہ یہ فضیلت کن صفات کی وجہ سے ہے۔دوسری بات یہ کہ اس میں یہ فضیلت اکثر مخلوقات پر دینا بیان فرمایا ہے۔اس سے کیا مراد ہے۔

پہلی بات کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدمؑ کو مختلف حیثیات سے ایسی خصوصیات عطا فرمائیں جو دوسری مخلوقات میں نہیں ہیں مثلاً حسن صورت، اعتدال جسم، اعتدال مزاج، اعتدال قد وقامت جو انسان کو عطا ہوا ہے کسی دوسرے حیوان میں نہیں۔اس کے علاوہ عقل وشعور میں اس کو خاص امتیاز بخشا گیا ہے جس کے ذریعہ سے وہ تمام کائنات علویہ اور سفلیہ سے اپنے کام نکالتا ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے اس کی قدرت بخشی ہے کہ مخلوقات سے ایسے مرکبات اور مصنوعات تیار کرے جو اسکے رہنے سہنے اور نقل وحرکت اور طعام ولباس میں اس کے کام آئیں۔نطق وگویائی اور افہام وتفہیم کا جو ملکہ اس کو عطا ہوا ہے وہ کسی دوسرے حیوان میں نہیں۔اشارات کے ذریعے اپنے دل کی بات دوسروں کو بتلانا اور تحریر وخط کے ذریعے دل کی بات دوسروں تک پہنچانا یہ سب انسان ہی کے امتیازات ہیں۔بعض علماء نے فرمایا کہ ہاتھ کی انگلیوں سے کھانا بھی انسان ہی کی صفت مخصوصہ ہے اس کے سوا تمام جانور اپنے منہ سے کھاتے ہیں۔اپنے کھانے کی چیزوں کو مختلف اشیاء سے مرکب کر کے لذیذ اور مفید بنانے کا کام بھی انسان ہی کرتا ہے، باقی سب جانور مفرد چیزیں کھاتے ہیں۔کوئی کچا گوشت کھاتا ہے، کوئی گھاس، کوئی پھل وغیرہ بہر حال سب مفردات کھاتے ہیں۔انسان ہی پنی غذاء کیلئے ان سب چیزوں کے مرکبات تیار کرتا ہے۔اور سب سے بڑی فضیلت عقل وشعور کی ہے جس سے وہ خالق ومالک کو پہچانے اور اسکی مرضی ونامرضی کو معلوم کر کے مرضیات کا اتباع کرے، نامرضیات سے پرہیز کرے۔

اور عقل وشعور کے اعتبار سے مخلوقات کی تقسیم اس طرح ہے کہ عام جانوروں میں شہوات اور خواہشات ہیں، عقل وشعور نہیں۔فرشتوں میں عقل وشعور ہے، شہوات وخواہشات نہیں۔انسان میں یہ دونوں چیزیں جمع ہیں عقل وشعور بھی ہے، شہوات اور خواہشات بھی ہیں۔اس وجہ سے جب وہ شہوات وخواہشات کو عقل وشعور کے ذریعہ مغلوب کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیزوں سے اپنے آپ کو بچالیتا ہے تو اس کا مقام بہت سے فرشتوں سے بھی اونچا ہو جاتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ اولاد آدمؑ کو اکثر مخلوقات پر فضیلت دینے کا مطلب کیا ہے، تو جاننا چاہیے کہ اس میں تو کسی کا اختلاف کی گنجائش نہیں کہ دنیا کی تمام مخلوقات علویہ اور سفلیہ اور تمام جانوروں پر اولاد آدمؑ کو فضیلت حاصل ہے۔اسی طرح جنات جو عقل وشعور میں انسان ہی کی طرح ہے ان پر بھی انسان کا افضل ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے۔اب صرف معاملہ فرشتوں کا رہ جاتا ہے کہ انسان اور فرشتہ میں کون افضل ہے؟ اس میں تحقیقی بات یہ ہے کہ انسان میں عام مؤمنین صالحین جیسے اولیاء اللہ عام فرشتوں سے افضل ہیں۔مگر خواص ملائکہ جیسے جبرئیل ومیکائیل وغیرہ ان عام صالحین سے افضل ہیں۔اور خواص مؤمنین جیسے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام وہ خواص ملائکہ سے بھی

افضل ہیں۔ باقی رہے کفار و فجار انسان وہ ظاہر ہے کہ فرشتوں سے تو کیا افضل ہوتے ہیں وہ تو جانوروں سے بھی اصل مقصد فلاح ونجاح میں افضل نہیں ان کے متعلق تو قرآن پاک کا فیصلہ یہ ہے یعنی یہ تو چوپایہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ (معارف القرآن بہ حوالہ تفسیر مظہری)

اور مفسر جلیل حافظ ابن کثیرؒ اسی آیت کے تحت تحریر فرما رہے ہیں **وقد استدل بھٰذہ الایۃ الکریمۃ علی افضلیۃ جنس البشر علی جنس الملائکۃ** یعنی اس آیت کو اس دعویٰ پر دلیل بنایا گیا ہے کہ جنس البشر جنس الملک سے افضل ہے (ص ۵۱ ج ۳)

اور جنس بشر کی فضیلت کی دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملائکہ کا معلم بنا کر ان کا مسجود الیہ ٹھہرایا، اور اس کو خلافت ارضی اور اس کے علم سے نوازا۔ ارشاد خداوندی ہے **وعلم آدم الاسماء کلھا ثم عرضھم علی الملائکۃ فقال انبؤنی باسماء ھٰؤلاء ان کنتم صٰدقین قالوا سبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم قال یآدم انبئھم باسمائھم فلما انبأ ھم باسمائھم قال الم اقل لکم انی اعلم غیب السموات والارض واعلم ما تبدون و ما کنتم تکتمون واذقلنا للملائکۃ اسجدوا لاٰدم فسجدوا الا ابلیس ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین** ترجمہ: اور علم دیدیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے اسماء کا پھر وہ چیزیں فرشتوں کے روبرو کردئے پھر فرمایا کہ بتلاؤ مجھ کو اسماء ان چیزوں کے اگر تم سچے ہو، فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ تو پاک ہیں، ہم کو ہی علم نہیں، مگر وہ جو کچھ ہم کو آپ نے علم دیا، بے شک آپ بڑے علم والے حکمت والے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدمؑ تم بتلا دو ان کو ان چیزوں کے اسماء سو جب بتلا دئے ان کو آدمؑ نے ان چیزوں کے اسماء تو حق تعالیٰ نے فرمایا میں تم سے کہتا نہ تھا؟ کہ بے شک میں جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور جانتا ہوں جس بات کو ظاہر کر دیتے ہو اور جس کو دل میں رکھتے ہو۔ اور جس وقت حکم دیا ہم نے فرشتوں کو کہ سجدے میں گر جاؤ آدمؑ کے سامنے سو سب سجدہ میں گر پڑے، بجز ابلیس کے کہ اس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آ گیا اور ہو گیا کافروں میں سے۔

اور اسی خداداد کرامت کی وجہ سے فقہاء کرام نے انسان کے اجزاء کے استعمال و ابتذال کے عدم جواز کا حکم دیا ہے درمختار اور ردالمحتار میں ہے **وکل اھاب دبغ ولو بشمس وھو یحتملھا طھر فیصلی بہ ویتوضأ منہ خلاجلد الخنزیر فلا یطھر وآدمی فلا یدبغ لکرامتہ ولو دبغ طھر وان حرم استعمالہ حتی لو طحن عظمہ فی دقیق لم یؤ کل احتراما (قولہ احترا اما ای لا نجاسۃ)** ترجمہ: چمڑا دباغت سے پاک ہوتا ہے بغیر خنزیر کے چمڑے کے کہ وہ دباغت سے پاک نہ ہوتا ہے۔ اور بغیر انسان کے چمڑے کہ انسان کی خداداد کرامت کی وجہ سے انسانی چمڑے کی دباغت بھی ممنوع ہے۔ اور اگر اس ناجائز دباغت کا ارتکاب کیا گیا تو انسان کا چمڑا پاک تو ہو جائیگا مگر اسکا استعمال حرام ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر انسان کی ہڈی پیس کر آٹے میں

مل گئی تو اس آٹے کا کھانا بھی ممنوع ہوگا اور وجہ اس کی کرامت ہے۔نجاست نہیں کیونکہ انسان نجس نہیں ہے۔

اور البحر الرائق میں ہے **و امـا الأدمـي فـقـد قال بعضهم ان جلده لا يحتمل الدباغة حتى لو قبلها طهر لأنه ليس بـنـجس العين لكن لا يجوز الانتفاع به ولا يجوز دبغه احتراما له وعليه اجماع المسلمين كما نقله ابن حزم و قـال بـعضهم ان جلده لا يطهر بالدباغة اصلا احتر اماله فالقول بعدم طهارة جلده تعظيم له حتى لا يتجرء احد سلخـه و دبـغـه واستعماله (ص ١٠١ ج ١) و فيه قبيل هٰذا (قوله الا جلد الخنزير و الأدمي) يعني كل اهاب دبغ جازشر عا الاجلد الخنزير لنجاسة عينه وجلد الأدمي لكرامته و بهٰذا التقرير اندفع ماقيل ان الاستثناء مى الـطهارة نجاسة وهذا جلد الخنزير مسلم فانه لا يطهر بالدباغ و اما جلد الآدمي فقد ذكر في الغاية انه اذا دبغ طهـر ولـكـن لا يـجـوز الانتـفـا ع به كسائر اجزائه فكيف يصح هٰذاالاستثناء (ص١٠٠ج١)** ترجمہ:انسانی چمڑے کے بارے میں بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ یہ قابل دباغت نہیں اور بالفرض اگر یہ دباغت کو قبول کرے تو یہ دباغت سے پاک ہو جائیگا۔ کیونکہ انسان نجس العین نہیں ہے البتہ اس صورت میں بھی یہ چمڑا ممنوع الانتفاع اور ممنوع الدباغ ہوگا اسکے احترام کی وجہ سے۔اور اسی پر امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔جس کو علامہ ابن حزم نے نقل کیا ہے اور بعض دیگر حضرات نے کہا ہے کہ انسانی چمڑا دباغت سے قطعا پاک نہیں ہوتا اور یہ اسکی تعظیم کی وجہ سے پس یہ کہنا کہ انسان کا چمڑا دباغت سے پاک نہیں ہوتا ہے یہ انسان کی تعظیم کی خاطر ہے تا کہ اس کے چمڑے کے اتارنے اور اس کے دباغ و استعمال کا کوئی بھی شخص جرأت نہ کر سکے۔اور اس سے ذرا پہلے بحر میں ہے کہ ہر وہ چمڑا جس کا دباغ ہو جائے وہ شرعا جائز الانتفاع ہوتا ہے مگر خنزیر کا چمڑا اسکی نجاست عینیہ کی وجہ سے اور انسان کا چمڑا اس کی کرامت کی وجہ سے شرعا جائز الانتفاع نہیں۔اور اس تقریر سے یہ شبہ جاتا رہا کہ طہارت سے استثناء نجاست ہوتا ہے اور نجاست جلد الخنزیر میں تو مسلم ہے جس کی وجہ سے وہ دباغ سے پاک نہیں ہوتا ہے۔باقی رہا انسانی چمڑا تو غایہ میں ذکر ہے کہ انسانی چمڑا دباغ سے پاک ہوتا ہے لیکن اس سے انتفاع دوسرے انسانی اجزاء سے انتفاع جیسا حرام ہے تو یہ استثناء کس طرح درست ثابت ہوگا۔

اور بدائع الصنائع میں ہے **واما جـلـد الانسان فان كان يحتمل الدباغ و تندفع رطوبته بالدبغ ينبغي ان يطهر لانـه لـيـس بـنـجـس العين لكن لايجوز الانتفاع به احتر اماله (ص ٧٦ ج ١)** ترجمہ:انسانی چمڑا اس صورت میں کہ اسکی دباغت ممکن ہو وہ دباغت سے پاک ہو جائیگا کیونکہ انسان نجس العین نہیں ہے۔البتہ انسانی چمڑے سے اس صورت میں بھی انتفاع کی اجازت نہ ہوگی۔اور یہ انسان کی خداداد کرامت کی وجہ سے۔

نور الایضاح اور مراقی الفلاح میں ہے **فـصـل يـطـهـر جـلـد الميتة بالدباغة الاجلد الخنزير لنجاسة عينه و الدباغة لاخـراج الـرطوبة النجسة من الجلد الطاهر بالاصالة وهٰذا نجس العين وجلد الأدمي لحرمته صوناله لكرامته**

وان حکم بطهارته بل لایجوز استعماله کسائر اجزاء الادمی ترجمہ: میتہ کا چمڑا دباغت سے پاک ہوتا ہے مگر خنزیر کا چمڑا دباغت سے پاک نہ ہوتا ہے کیونکہ خنزیر نجس العین ہے اور دباغت کا فائدہ یہ ہے کہ اصلا پاک چمڑے سے رطوبت نجسہ خارج ہو جائے جبکہ خنزیر نجس العین ہے اور بغیر انسانی چمڑے کہ یہ ممنوع الانتفاع ہے کیونکہ انسانی اجزاء سے انتفاع حرام ہے تا کہ انسانی اجزاء ابتذال واستعمال سے محفوظ ہوں۔ اور اسکی وجہ سے انسان کی خداداد کرامت وشرافت ہے۔ اور اگر دباغت سے انسانی چمڑے کے پاک ہونیکا حکم لگایا جائے۔ پھر انسانی چمڑے کا استعمال دوسرے اجزاء انسانی کے استعمال جیسا حرام ہوگا۔

اور ہدایہ میں ہے وحرمة الانتفاع باجزاء الادمی لکرامته (ص ٤٥ ج ١) ترجمہ: انسانی اجزاء سے انتفاع حرام ہے۔ اس کی کرامت کی وجہ سے جو حضرت انسان کو اللہ تعالیٰ کیطرف سے دی گئی ہے۔

انسانی جزء سے حرمت انتفاع کی وجہ سے فقہاء نے مدۃ ارضاع کے بعد بچے کو بھی دودھ پلانا غیر مباح ٹھہرایا ہے۔ درمختار میں ہے ولم یبح الارضاع بعد مدته لانه جزء آدمی والا نتفاع به لغیر ضرورة حرام علی الصحیح شرح الوهبانیة و فی البحر لا یجوز التداوی بالمحرم فی ظاهر المذهب اصله بول الماکول کمامر (ص ۴۳۸ ج ۲) و فی ردالمحتار (قوله بالمحرم) ای المحرم استعماله طاهر ا کان او نجسا وفیه ایضا قوله کمامر ای قبیل فصل البیر حیث قال فرع اختلف فی التداوی بالمحرم و ظاهر المذهب المنع کمافی ارضاع البحر لکن نقل المصنف ثمه وهنا عن الحاوی القدسی وقیل یرخص اذاعلم فیه الشفاء ولم یعلم دواء آخر کمار خص الخمر للعطشان وعلیه الفتویٰ (ص ۴۸۳ ج ۲) ترجمہ: مدۃ ارضاع کے بعد بچے کو دودھ پلانا مباح نہیں ہے کیونکہ دودھ انسان کا جزء ہے جس سے بغیر ضرورت کے انتفاع بنا بر قول صحیح کے حرام ہے۔ شرح دھبانیہ (اور ضرورت بعد از مدۃ رضاع کے منقطع ہو چکی ہے) اور بحر میں ہے کہ تداوی بالمحرم ظاہر مذہب کے مطابق جائز نہیں ہے اور اس کا اصل جائز الاکل جانوروں کا پیشاب ہے۔ جیسا کہ گذر چکا ہے۔ اور ردالمحتار میں ہے کہ محرم سے مراد وہ چیز ہے کہ جس کا استعمال حرام ہے خواہ پھر نجس ہو یا پاک۔ اور ردالمحتار میں یہ بھی ہے کہ صاحب درمختار نے کنویں کے فصل سے ذرا پہلے لکھا ہے کہ تداوی بالمحرم کے بارے میں اختلاف ہے مگر ظاہر مذہب یہ ہے کہ تداوی بالمحرم ممنوع ہے جیسا کہ ارضاع البحر میں مذکور ہے لیکن مصنف نے وہاں اور یہاں حاوی قدسی کے حوالے سے یہ نقل کیا ہے کہ بعض حضرات تداوی بالمحرم کی اجازت دیتے ہیں مگر صرف اس صورت میں کہ اس سے شفاء کا غالب گمان ہو اور اس محرم کے علاوہ کوئی متبادل دوا معلوم نہ ہو جس طرح کہ پیاسے کو شراب پینے کی (اضطراری حالت میں) اجازت دی گئی ہے اور اسی ہی پر فتویٰ ہے۔

اور فتاویٰ ہندیہ (ص ۳۵۴ ج ۵) میں ہے الانتفاع باجزاء الأدمی لم یجز قیل للنجاسة و قیل للکرامة هو الصحیح ترجمہ: انسانی اجزاء سے انتفاع حرام ہے بعض نے کہا ہے کہ اس کی وجہ نجاست ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کی وجہ کرامت ہے اور یہی صحیح ہے۔

اورہدایہ میں ہے وهل يباح الارضاع بعد المدة قد قيل لا يباح لان اباحته ضرورية لكونه جزء الآدمي (ص ۳۳۰ ج ۲)
ترجمہ: ارضاع بعد المدۃ جائز نہیں کیونکہ دودھ انسان کا جزء ہے۔اور مدۃ ارضاع میں ارضاع کی اباحت بوجہ ضرورت کے ہے۔

ان روایات وعبارات سے معلوم ہوا کہ انسانی اجزاء سے انتفاع حرام ہے البتہ شدید ضرورت کی صورت میں کہ اس کے بغیر انسانی جان کا بچانا ممکن نہ ہو۔اور بیماری ایسی ہی ہو کہ اس کا علاج مسلمان حاذق طبیب کی رائے کے مطابق انسانی جزء کے استعمال میں منحصر ہو۔تو پھر انتفاع باجزاء الانسان لاباْس بہ ہوگا۔مگر بشرطیکہ یہ انتفاع واستعمال موجب اہانت نہ ہو چنانچہ سابقہ روایات میں اس کا اشارہ موجود ہے۔اور کفایت المفتی کی آنیوالی عبارت میں اس کی تصریح موجود ہے۔

درمختار میں ہے وقيل يرخص اذا علم فيه الشفاء و لم يعلم دواء آخر كما رخص للعطشان شرب الخمر وعليه الفتوىٰ ص ۱۵۴ ج ۱ ترجمہ: اور بعض حضرات نے تداوی بالمحرم کی اجازت دی ہے مگر صرف اس صورت میں کہ اس سے شفاء کا غالب گمان ہو اور اس کے علاوہ متبادل دوا معلوم نہ ہو جس طرح کہ پیاسے کو شراب پینے کی (اضطراری حالت میں) اجازت دی گئی ہے۔اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اور فتح القدیر میں ہے وهل يباح الارضاع بعدالمدة قيل لا لا نه جزء الآدمي فلا يباح الا نتفاع به الاللضرورة وقد اندفعت وعلى هذا لايجوز الانتفاع به للتداوى واهل الطب يثبتون للبن البنت اى الذى نزل بسبب بنت مرضعة نفعا لو جع العين واختلف المشائخ فيه قيل لايجوز و قيل يجوز اذا علم انه يزول به الرمد (ص ۳۱۰ ج ۳) ترجمہ: مدۃ ارضاع کے بعد بچے کو دودھ پلانا جائز نہیں کیونکہ دودھ انسانی جزء ہے اس لئے اس سے انتفاع بغیر ضرورت کے جائز نہ ہوگا۔اور مدۃ ارضاع کے بعد ضرورت باقی نہ رہی۔اور اسی وجہ سے انسانی دودھ سے تداوی کی خاطر بھی انتفاع جائز نہیں ہے۔
اور اہل طب کہہ رہے ہیں۔کہ بنت (لڑکی) والی عورت کا دودھ وجع العین کے لئے مفید ہوتا ہے اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔
بعض نے کہا ہے کہ انسانی دودھ کا استعمال وجع العین کیلئے جائز نہیں اور بعض نے اس شرط کے ساتھ اجازت دی ہے کہ اس سے شفاء کا غالب گمان ہو۔(اور اس کا متبادل کوئی دوا موجود نہ ہو)۔

اور عالمگیری میں ہے ويجوز للعليل شرب الدم والبول واكل الميتة للتداوى اذاخبره طبيب مسلم ان شفاءهُ فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه (ص ۳۵۵ ج ۵) ترجمہ: مریض کے لئے بغرض تداوی خون اور پیشاب پینا اور میتۃ کا کھانا جائز ہے۔جبکہ حاذق مسلمان طبیب کی یہ رائے ہو کہ اس سے صحت آئیگی۔اور اس کا متبادل اور کوئی دوا موجود نہ ہو۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ جبکہ شدید ضرورت اور عدم اہانت کی صورت میں انسانی اجزاء سے انتفاع لاباس بہ ٹھہرا اس کے لئے انسانی خون سے تداوی ضرورت شدیدہ کی صورت میں قابل اعتراض نہ ہوگا۔کفایت المفتی میں ہے کسی انسان کا خونِ علاج کی غرض سے

دوسرے انسان کے جسم میں داخل کرنا جبکہ اسکی شفایابی اس پر بقول طبیب حاذق مسلم منحصر ہوگئی ہو مباح ہے۔ یہ شبہ کہ انسان کے اجزاء کا استعمال ناجائز ہے۔ اس لئے وارد نہ ہونا چاہئے کہ استعمال کی جو صورت کہ مستلزم اہانت ہو وہ ناجائز ہے اور جس میں اہانت نہ ہو تو بضرورت وہ استعمال ناجائز نہیں۔ جیسے جناب رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک پانی میں دھو کر وہ پانی مریض پر چھڑکا یا یا پلایا جاتا تھا۔

حرمة الانتفاع باجزاء الآدمي لكرامته (هدايه)

لم يبح الارضاع بعد مدته لانه جزء ادمي والانتفاع به بغير ضرورة حرام (در مختار) قال في الفتح واهل الطب يثبتون للبن البنت اى الذى نزل بسبب بنت مرضعة نفعا لوجع العين واختلف المشائخ فيه قيل لا يجوز وقيل يجوز اذاعلم انه يزول به الرمد (ردالمحتار)

درمختار کی عبارت سے معلوم ہوا کہ انسان کے اجزاء سے بغیر ضرورت کے انتفاع حرام ہے یعنی اگر ضرورت ہو تو مباح ہوسکتا ہے اور فتح القدیر کی عبارت سے معلوم ہوا کہ لڑکی والی عورت کا دودھ کسی آنکھوں کی بیماری والے کو دیا جانا اور دوا کیلئے اس کا استعمال کرنا جبکہ بظن غالب یہ معلوم ہو کہ اس سے آنکھ کی بیماری جاتی رہے گی بعض مشائخ کے نزدیک جائز ہے حالانکہ دودھ بھی انسان کا جزء ہے اور اس سے بغیر ضرورت انتفاع حرام ہے جیسا کہ درمختار کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ خون انسان کا جزء ہے اور اس سے بغیر ضرورت کے نفع اٹھانا تو حرام ہے مگر علاج کے طور پر کسی مریض کی جان بچانے کے لئے ہو اور کوئی مسلمان ڈاکٹر جو حاذق بھی ہو یہ بتائے کہ اس مریض کی شفایابی اب اس علاج میں منحصر ہے۔ تو اس کے بدن میں انسان کا خون داخل کرنا مباح ہے۔

وهذا لان الحرمة ساقطة عند الاستشفاء كحل الخمرو الميتة للعطشان والجائع (ردالمحتار) ففي النهايه عن الذخيره يجوز ان علم فيه شفاء ولم يعلم دواء آخر (ردالمحتار)

نیز کفایت المفتی میں ہے کہ ایک انسان کا خون دوسرے کے بدن میں داخل کرنا ناجائز ہے چونکہ اس میں انتفاع بجزء الانسان اور انتفاع بالنجس دونوں علتیں ہیں اور یہ دونوں ناجائز ہیں **الانتفاع باجزاء الآدمي لم يجز قيل للنجاسة وقيل للكرامة هو الصحيح** (عالمگیری) لیکن اگر کسی مریض کی جان کا خوف ہو اور کوئی طبیب مسلم حاذق کہدے کہ اس کے بدن میں خون پہنچانا اسکی جان بچانے کا ذریعہ ہوسکتا ہے تو اس وقت یہ مباح ہوگا **يجوز للعليل شرب الدم والبول واكل الميته للتداوى اذا اخبره طبيب مسلم (حاذق) ان شفاءه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه** (عالمگیری) ص ۱۴۳ تا ۱۴۴ ج ۹

کفایت المفتی اور سابقہ فقہی روایات کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ انسانی خون کے استعمال کی اجازت کا مدار دو امور پر ہے۔

۱۔ضرورت شدیدہ۔ ۲۔ اہانت سے خالی ہونا۔ اور انسانی خون کا استعمال ظاہر ہے کہ اہانت سے خالی ہے کیونکہ انسانی دودھ کے استعمال کی طرح انسانی خون کے استعمال کی صورت میں بھی انسانی صورت کی تشویہ و تقبیح جو مستلزم اہانت ہے لازم نہ آتی ہے۔ بلکہ

انسانی صورت کی تشویہ و تقبیح کے بغیر انسانی بدن سے حاصل کیا جاتا ہے بخلاف دوسرے انسانی اجزاء کے ان کے استعمال کی صورت میں انسانی صورت کی تشویہ و تقبیح ضرور لازم آتی ہے۔ لہذا دوسرے انسانی اجزاء مثلاً آنکھ وغیرہ کا استعمال اہانت سے خالی نہ ہوتا ہے اسلئے فقہاء کرام نے اس استعمال کو اضطراری حالت میں بھی ممنوع ٹھہرایا ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے **مضطر لم یجدمیتة وخاف الهلاک فقال له رجل اقطع یدی و کلها او قال اقطع منی قطعة و کلها لا یسعه ان یفعل ذلک ولا یصح امره به کما لایسع للمضطر ان یقطع قطعة من نفسه کذافی فتاوی قاضی خان** (ص ۳۳۸ ج ۵) ترجمہ: ایسا مضطر جس کو جان کا خطرہ ہو اور کھانے کے لئے اس کو میتہ بھی نہ مل رہا ہو تو ایسی حالت میں اگر کوئی شخص اس کو کہدے کہ میرے ہاتھ کو کاٹ کر کھالے اور یا یہ کہدے کہ میرے بدن سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر کھالے تو اس مضطر کیلئے ایسا کرنے کی گنجائش نہیں اور نہ اس کیلئے اس کی گنجائش ہے کہ کسی سے اس کے بدن کی گوشت کا ٹکڑا طلب کرے جس طرح کہ اس کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ خود اپنے بدن سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر کھالے۔ اور یہ ضرور جان لیجئے کہ شریعت مطہرہ میں انسانی صورت کی تشویہ و تقبیح اور بگاڑ کا یہاں تک منع کیا گیا ہے کہ حالت جنگ کے بغیر کسی کافر کی صورت کے بگاڑ کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ حدیث میں ہے **عن الهیاج ابن عمران ان عمران له ابق غلام فجعل لله علیه لئن قدر علیه لیقطعن یده فارسلنی لاسئل له فاتیت سمرة بن جندب فسألته فقال کان رسول الله ﷺ یحثنا علی الصدقة وینهانا عن المثلة** (سنن ابی داؤد ص ۶ ج ۲) ترجمہ: جناب ھیاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمران رحمۃ اللہ علیہ کا غلام ایک دفعہ بھاگ اٹھا تو آپ نے یہ نذر مانی کہ اگر یہ غلام میرے ہاتھ لگا تو اس کا ہاتھ کاٹ لوں گا۔ ھیاجؒ فرماتے ہیں کہ اس پر عمرانؒ نے مجھے حضرت سمرہ بن جندبؓ کے پاس بھیجا تاکہ ان سے اس کے نذر کے متعلق استفتاء کروں تو میرے سوال پر حضرت سمرۃ بن جندبؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ ہم کو صدقہ کی پرزور ترغیب دیا کرتے اور مثلہ (انسانی صورت کے بگاڑ یعنی ناک و ہاتھ وغیرہ اعضاء انسانی کے کاٹنے) سے منع فرمایا کرتے

اور درمختار میں ہے **ونهینا عن غدر وغلول وعن مثلة بعد الظفر بهم واما قبله فلا بأس بها** (ج ۳ ص ۲۴۵) ترجمہ غدر غلول سے ہم کو روکا گیا ہے اور اسی طرح دشمن کے مثلہ سے بھی ہم کو روکا گیا ہے جبکہ بغیر حالت جنگ کے ہو۔ اور انسانی اجزاء آنکھ وغیرہ کا استعمال یقیناً انسانی صورت کے بگاڑ کا سبب ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے لہذا شرعاً اسکی اجازت نہ ہوگی۔

انسانی اعضاء و اجزاء کے بعض دیگر احکام:

جاننا چاہئے کہ انسانی خون کی فروخت تو بہر حال ناجائز ہے اور عدم جواز نجاست اور انسان کا جزء ہوتا ہے۔ اور تیسری وجہ عدم جواز خون مسفوح کا مال نہ ہونا ہے درمختار میں ہے **بطل بیع مالیس بمال کالدم والمیتة الی قوله ولبن امرءة ولو فی وعاء ولو امة علی الاظهر لانه جزء آدمی وشعر خنزیر لنجاسة عینه** (ص ۱۱۲ تا ۱۲۶) ترجمہ: دم مسفوح اور میتہ کا بیع اس لئے جائز نہیں کہ یہ مال نہیں اور عورت کا دودھ اس لئے نہیں بیچا جاتا ہے کہ یہ انسان کا جزء ہے۔ اور خنزیر کے بال کا بیع اس کی نجاست کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔

اورفتاویٰ عالمگیری میں ہے **وفی العیون لا بأس بیع عظام الفیل وغیرہ من المیتات الا عظم الآدمی والخنزیر و هذا اذا لم یکن علی عظم الفیل الشباهه دسومة فاذاکان فهو انجس ولا یجوز بیعه** (ص۱۱۵رج۳) ترجمہ: یعنی ہاتھی کا ہڈی بیچنا جائز ہے جبکہ اس پر دسومۃ نہ ہو۔ اور جب اس پر دسومۃ موجود ہو تو پھر نجاست کی وجہ سے اس کا بیچنا جائز نہ ہوگا۔ البتہ شدید ضرورت کی صورت میں جس کا ذکر سابقہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ خریدار کے لئے انسانی خون کا خرید نا قابل اعتراض نہ ہوگا۔ یہاں آنے والے اور سوالوں کا پیدا ہونا مستبعد نہیں (۱) کسی غیر مسلم کا خون مسلم کے بدن میں داخل کرنا کیسا ہے؟ (۲) اور کیا شوہر و بیوی کے خون کا باہم تبادلہ نکاح پر اثر انداز ہوتا ہے؟

اس لئے دونوں سوالوں کا جواب نمبروار سن لیجئے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ نفس جواز میں کوئی فرق نہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ کافر یا فاسق و فاجر انسان کے خون میں جو اثرات خبیثہ ہیں ان کے منتقل ہونے کا اور اخلاق پر اثر انداز ہونے کا قوی خطرہ ہے۔ اسی لئے صلحاء امت نے فاسق و فاجر عورت کا دودھ پلوانا بھی پسند نہ کیا بناء علیہ کافر اور فاسق فاجر انسان کے خون سے تابمقدور اجتناب بہتر ہے۔ اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا نکاح بدستور قائم رہتا ہے کیونکہ شریعت اسلام نے محرمیت کو نسب، مصاہرت، رضاعت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ ان سے تجاوز کرنا درست نہیں۔ اور رضاعت سے ثبوت محرمیت بھی مدۃ رضاعت کے ساتھ مخصوص ہے۔ مدت رضاعت یعنی اڑھائی سال عمر کے بعد دودھ پینے سے بھی حرمت رضاع ثابت نہیں ہوتی۔

کما ہو مصرح و مفصل فی عامۃ کتب الفقہ **(کفایت المفتی و تنشیط الاذهان فی الترقیع باعضاء الانسان)**

چونکہ انسانی دودھ اور خون کے علاوہ کسی اور انسانی جزء کا استعمال ضرورت شدیدہ میں بھی جائز نہیں۔ جس طرح کہ گذشتہ صفحات میں یہ بات تفصیل کے ساتھ گذر چکی ہے۔ اس لئے خون و دودھ کے علاوہ کسی اور انسانی جزء کا خرید جائز ہے نہ فروخت ردالمختار میں ہے **والآدمی مکرم شرعا وانکان کافرا فایراد العقد علیه و ابتذاله و لحاقه بالجمادات اذلال له ای هو غیر جائز و بعضه فی حکمه** (ص۱۱۷ج۴) ترجمہ: چونکہ انسان شرعاً مکرم ہے اگرچہ انسان کافر ہی کیوں نہ ہو۔ لہذا اس کا خرید و فروخت اور ابتذال اور اس کے ساتھ جمادات جیسا معاملہ کرنا انسان کا اذلال ہے لہذا انسان اور اس کے اعضاء کا خرید فروخت جائز نہیں ہے۔

اورشرح التنویر میں ہے **وجلد میتة قبل الدباغ و بعده یباع الا جلد انسان وخنزیر وفی ردالمحتار (قوله الا جلد انسان الخ) فلا یباع وان دبغ لکرامة وفی الباقی لا هانة و لعدم عمل الدباغة فیه (کما مرفی محله** ص ۱۲۷، ۱۲۶، ۱۲۸ج۴) ترجمہ: میتۃ کے چمڑے کا بیع قبل الدباغ جائز نہیں اور بعد الدباغ جائز ہے۔ مگر انسان و خنزیر کے چمڑے کا بیع بعد الدباغ جائز نہیں علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسانی چمڑے کا بیع بعد الدباغ انسانی کرامت کی وجہ سے جائز نہیں۔ اور خنزیر کے چمڑے کا بیع بعد الدباغ اسکی اہانت کی وجہ سے اور اس کے چمڑے میں دباغت کے عمل کے معدوم ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔ رسالہ ''انسانی اعضاء کی پیوند کاری'' میں ہے کہ انسان اپنے اعضاء و اجزاء کا مالک نہیں بلکہ یہ خالق کائنات کی طرف سے اس کے پاس امانت ہیں جن کے استعمال کی اجازت انسان کو دی گئی ہے۔ لہذا انسان اپنے اعضاء و اجزاء کا ہبہ اور وصیت بھی نہیں کر سکتا ہے۔

راقم الحروف کہہ رہا ہے کہ یہ اس لئے کہ ہبہ اور وصیت کی صحت کیلئے موہوب اور موصی بہ کا مملوک ہونا ضروری ہے۔

ہندیہ میں ہے **واما ما یرجع الی الواهب فهوان یکون الواهب من اهل الهبة و کونه من اهلهاان یکون حر اعاقلا بالغاما لکا للموهوب الخ ص ۳۷۴)**

یعنی صحت ہبہ کیلئے موہوب کا واہب کیلئے مملوک ہونا ضروری ہے۔اور ردالمحتار میں ہے **(قوله الا اذا اضافها) بان قال اذا عتقت فثلث مالی وصیة لفلان الی قوله حتیٰ لو عتق قبل الموت باداء بدل الکتابة او غیره ثم مات کان للموصی له ثلث ماله وان لم یعتق حتیٰ مات عن وفاء بطلت الوصیة لان الملک له حقیقة لم یو جده ص ۴۴۰/ج۵)**

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ صحت وصیت کیلئے موصی بہ کا مملوک ہونا ضروری ہے۔مگر چونکہ خون کے استعمال کی ضرورت شدیدہ کی صورت میں اجازت ہے اسلئے اسی طرح ضرورت شدیدہ کی وجہ سے رضا کارانہ طور پر خون دینے کی بھی گنجائش ہوگی (تنشیط الاذھان فی الترقیع باعضاء الانسان)

اور جس طرح کہ غیر مفصول عضو انسان کے استعمال کی اجازت نہیں ہے اسی طرح عضو مفصول ومقطوع (اگر میسر ہو جائے) کے استعمال کی اجازت بھی نہیں ہے۔شرح السیر الکبیر میں ہے **وفیه دلیل جواز المداواة بعظم بال لان العظم لا یتنجس بالموت علی اصلنا لانه لا حیوٰة فیه الا ان یکون عظم الانسان او عظم الخنزیر فانه یکره التداوی به لان الخنزیر نجس العین فعظمه نجس کلحمه لا یجوز الا نتفاع به بحال والآدمی محترم بعد موته علی ماکان علیه فی حیاته فکما لا یجوز التداوی بشی من الأدمی الحی اکراماً له فکذلک لایجوز التداوی بعظم المیت قال رسول الله ﷺ کسر عظم المیت ککسر عظم الحی** (ص۹ ج۱) یعنی انسان کی خداداد کرامت کی وجہ سے انسان کے عظم بالی سے بھی تداوی ناجائز ہے۔

اور ہدایہ میں ہے **لا یجوز بیع شعور الانسان والا نتفاع به لان الأدمی مکرم لا مبتذ ل فلا یجوز ان یکون شئ من اجزائه مهانا مبتذلا** (ص ۵۵ ج ۳) ترجمہ: انسانی بال کا بیع واستعمال اور اس سے انتفاع جائز نہیں ہے۔کیونکہ انسان مبتذل نہیں بلکہ مکرم ہے۔اس لئے انسان کے کسی بھی جزء کا ابتذال واہانت جائز نہیں ہے۔

اور شامی میں ہے **قوله و شعر الانسان لا یجوز الانتفاع به لحدیث لعن الله الواصلة والمستوصلة** (ص۷۷/ج۴) یعنی انسانی بال کا استعمال اور اس سے انتفاع جائز نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں واصلہ اور مستوصلہ پر لعنت بھیجی گئی ہے۔

اور عنایہ شرح الھدایہ میں ہے **وجلد الادمی لکرامته لئلا یتجاسر الناس علی من کرمه الله بابتذال اجزائه** (عنایہ علی ھامش الفتح ص۸۶ ج۱) یعنی انسانی چمڑا اس کی خداداد کرامت کی وجہ سے دباغت سے پاک نہیں ہوتا تا کہ لوگ انسان (جس کو اللہ تعالیٰ نے مکرم ٹھہرایا ہے) کہ اجزاء کے ابتذال واستعمال کی جرات نہ کرسکے۔

اور بدائع الصنائع میں ہے **ولو سقط سنه يكره ان ياخذ سن ميت فيشد ها مكان الاول بالاجماع وكذا يكره ان يعيد تلك السن الساقطة مكانها عندابي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى ولكن ياخذ سن شاة ذكية فيشدها مكانها وقال ابويو سف لابأس بسنه و يكره سن غيره (ص ١٣٢ ج ٥) ومثله في خلاصه الفتاوىٰ (ص ٣٦ ج ٢)**

ترجمہ: بدائع الصنائع میں ہے جب کسی کا دانت گر جائے تو اس کیلئے یہ جائز نہیں کہ اسکی جگہ کسی مرے ہوئے انسان کا دانت لگالے اور یہ بھی جائز نہیں کہ اپنے اس گرے ہوئے دانت کو واپس لگائے البتہ گرے ہوئے دانت کی جگہ شرعی طریقہ سے ذبح کی گئی بھیڑ و بکری کے دانت رکھنے کی گنجائش ہے۔ اور یہی مضمون خلاصۃ الفتاوی ص۳۲۳ ج۵ میں بھی ہے۔

ان عبارات وروایات سے معلوم ہورہا ہے۔ کہ انسانی اعضاء کا نفس ابتذال واستعمال بھی موجب اہانت ہے۔ لہذا کسی بھی صورت میں انسانی عضو وجزء کا استعمال جائز نہ ہوگا۔ البتہ انسانی خون کا استعمال انسانی دودھ کے استعمال جیسا اہانت سے خالی ہے۔ اس لئے ضرورت شدیدہ کی صورت میں انسانی خون کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے۔ اور یہ اللہ تعالی رحمٰن رحیم کا بہت بڑا احسان وکرم ہے کہ شریعت مطہرہ میں انسانی اعضاء کا استعمال ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ یہ نہ ہوتا تو آج انسان کی آنکھیں اور گردے اور دوسرے اعضاء ایک بکاؤ مال کی طرح بازار میں بیچے جاتے تھے۔ غریب اپنے بچوں کی خاطر یہ قربانی اپنی رضامندی سے دیا کرتا مالداروں نے دنیا کی دولت اور سامان ضرورت وراحت سب سمیٹ کر اپنے گھروں میں بھر ہی لئے ہیں جن سے کروڑوں غریب انسان محروم ہیں۔ مگر خالق کریم نے انسانی اعضاء واجزاء میں جو مساوات آمیر وغریب کے درمیان قائم رکھی ہے۔ کہ فاقہ زدہ فٹ پاتھ پر بسر کرنے والے بچے کو بھی وہی سالم وصحیح کان اور زبان ملتی ہے۔ جو بڑے سے بڑے سرمایہ دار کو نصیب ہوتی ہے۔ اگر یہ چیزیں بکاؤ مال بن گیا۔ تو بہت سے غریب اپنے بچوں کی مصیبت دور کرنے کیلئے اپنی یہ چیزیں داو پر لگادیں گے۔ (جس طرح ہندوستان وغیرہ کا فرمما لک میں آج اس کا مشاہدہ کیا جارہا ہے۔) اور دنیا کا تجربہ رکھنے والے جانتے ہیں کہ پھر یہ بگاڑ صرف یہیں نہ رکے گا۔ کہ رضا کارانہ طور پر کسی انسان کے اعضاء و اجزاء لئے جائیں۔ بلکہ بہت سے مردے خصوصا لاوارث مردے بہت اعضاء سے محروم ہوکر اس دنیا سے جایا کریں گے۔ اور شاید اگلے دور کے حکماء انسانی اعضاء کو دیر تک کارآمد باقی رکھنے کا کوئی انتظام کرلیں۔ جیسے آج کل انسانی خون بلڈ بنکوں میں محفوظ رکھا جاتا ہے۔ تو پھر کسی انسانی میت کی خیر نہیں اور یہ غسل وکفن اور نماز جنازہ ودفن کے سارے قصے ہی بیباک ہوجائیں۔

؎ نہ کہیں جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

اور خدانہ خواستہ یہ سلسلہ بڑھتا رہا تو صرف اپنی موت مرنے والوں تک محدود نہ رہے گا۔ بلکہ اس کام کیلئے بہت سے انسانوں کے قتل کا ایک بازار گرم ہوجانا ممکن ہے جو پورے انسانی معاشرے کی تباہی کا اعلان ہے (تنشیط الاذھان فی الترقیع باعضاء الانسان بادنی تغیر)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین